خطبۂ جمعہ سلسلہ نمبر 14

برائے 27/جولائی 2018ء

توبہ واستغفار

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم. اما بعد. فاعوذ باللہ من الشیطٰن الر جیم.بسم اللہ الرحمٰن الرحیم. قال اللہ تعالیٰ فی القرآن المجید : وَتُوبُوا إِلَى اللَّهِ جَمِيعاً أَيُّهَا الْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ . صدق اللہ العظیم

برادران اسلام! ہم میں سے کوئی شخص ایسا نہیں ہے جس سے خطا نہیں ہوتی ہے،صرف اللہ تبارک وتعالیٰ کی ہی ذات ایسی ہے جو پاک اور بے عیب ہے اوراس سے کوئی خطا نہیں ہوتی ۔ہم صبح سے شام تک کئی گناہ کے کام کرتے رہتے ہیں اورہمیں احساس تک نہیں ہوتا ہے کہ یہ گناہ کے کام ہیں جن سے خدائے بذرگ وبرتر ناراض ہوتا ہے اور ہم اس کے غضب کے مستحق ہوجاتے ہیں:لیکن اللہ تعالیٰ کی شان رحیمی کے کیا کہنے،وہ ہمیں مہلت دیتا ہے تاکہ ہم اپنی خطا پر نادم ہوجائیں اوراس کی بارگاہ میں توبہ کرلیں ۔اللہ تعالیٰ ایسے بندے سے بہت خوش ہوتا ہے جو اپنے گناہوں پر نادم ہوکرتوبہ کرلے اوراسے وہ بندہ اور بھی زیادہ پسند ہے جو بار بار اپنے گناہوں پر نادم ہوکرتوبہ کرلیتا ہے۔

ارشاد خداوندی ہے:

توبو الی اللہ جمیعا ایھا المومنون لعلکم تفلحون۔(سورۃ نورآیت نمبر 31)

اے ایمان والوتم سب اللہ کی طرف پلٹواورتوبہ کرو۔امید ہے کہ اس طرح تم فلاح پاؤ گے۔

توبہ مومن کی ایسی صفت ہے جو اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے۔ایسے بندے پر جوتوبہ کرلیتا ہے رحمت الٰہی جوش میں آتی ہے اوراسے ڈھانپ لیتی ہے۔اللہ تعالیٰ اہل ایمان کی صفات کا جب بھی ذکر کرتا ہے تواس میں ایک صفت توبہ کی بھی ہوتی ہے۔ارشاد فرماتا ہے۔

التائبون۔یعنی برابر توبہ کرنے والے بندے سے خطا ہونا تعجب کی بات نہیں ہے۔حضرت آدم علیہ السلام سے بھی خطا ہوئی تھی۔لیکن خطا کا اقرار کرنا اور گھمنڈ کرنا شیطانی عمل ہے۔وہ اپنی خطا پر نادم نہیں ہوا تھا اوراکڑتا رہا اور کہا

کہ **اَنَــا خَیۡــرٌ مِنۡــه**۔ میں آدم سے بہتر ہوں ۔ میں آدم کو سجدہ کیوں کروں ۔ آدم تو مٹی سے بنائے گئے ہیں اور میں آگ سے بنایا گیا ہوں ۔لیکن اس کے برخلاف جب ابلیس کے ورغلانے پر آدم نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اور اس درخت کے پھل کا مزہ چکھ لیا جس سے انہیں منع کیا گیا تھا۔لیکن جیسے ہی انہیں اپنی غلطی کا احساس ہوا کہ انہوں نے ابلیس کی بات مانی اور اللہ تعالیٰ کے حکم کی خلاف ورزی کی تو وہ فوری اپنی خطا پر نادم ہوگئے ،اور کہا:

رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنفُسَنَا وَإِن لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِين.

ائے ہمارے رب ہم نے اپنے نفس پر ظلم کیا اور اگر تو ہمیں معاف نہ کردے اور ہم پم رحم نہ فرمائے تو ہم سخت نقصان اُٹھانے والوں میں سے ہوں گے ۔

دوستو اور بزرگو! یہ حضرت آدم علیہ السلام کے دعائیہ کلمات قرآن مجید میں قیامت تک کیلئے محفوظ کردئے گئے ہیں ۔ اب جس بندہ مومن سے بھی کوئی خطا یا گناہ ہوجائے تو وہ اسی طرح دل سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں یہ دعا کرلے اور آئندہ وہ برا کام نہ کرنے کا عہد کرے تو اللہ تعالیٰ کی رحمت جوش میں آجاتی ہے اور اس گناہگار بندے کو اللہ تعالیٰ معاف کردیتا ہے۔اللہ تعالیٰ ہمیں بار بار اپنی خطاؤں پر نادم ہونے اور توبہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے ۔ آمین ۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدا کی قسم میں دن بھر میں 70 مرتبہ اللہ سے مغفرت طلب کرتا ہوں اور اس کی طرف بار بار پلٹتا ہوں ۔(رواہ البخاری)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان سے خطا وعصیان ہوتا ہے لیکن بندہ مومن کا معاملہ یہ ہوتا ہے کہ وہ اللہ سے ڈر کر بار بار اس کی طرف رجوع کرتا رہتا ہے ۔ بے چینی کی یہ کیفیت' تلاش رحمت کی یہ جستجو اور نصرت واستقامت کی تڑپ ہی دراصل استغفار کہلاتی ہے جس کا تعلق آدمی کے دل سے ہے جس کا اظہار و زبان سے بھی کرتا ہے اور پوری زندگی کی حرکات سے بھی کرتا ہے ۔استغفار کا مطلب محض تسبیح کے دانوں کو گھما کر بار بار استغفر اللہ پڑھنا نہیں ہے بلکہ اس کا اظہار ہمارے طرز عمل سے بھی ہونا چاہئے ۔ اگر کوئی شخص تسبیح پر استغفار کی تعداد کو پورا کرے لیکن اس کی عملی زندگی سے بندگی رب کے تقاضوں کا اظہار نہ ہو تو وہ کیونکر مغفرت کا مستحق ہوسکتا ہے؟ توبہ ایک عزم اور عملی قدم کا نام ہے ۔توبہ کرنے والے کو چاہئے کہ غلط کاموں کو چھوڑ کر اللہ کی خوشنودی کے کاموں میں لگ جائے اور صراط مستقیم پر استقامت کے ساتھ چل پڑے ۔اس حدیث کے پس منظر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حکمت تعلیم کو دیکھئے کہ آپ صلی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ذاتی عمل ،ہم گنہگاروں کو بتایا کہ مجھ پر

ہمہ وقت استغفار کی کیفیت طاری رہتی ہے اور دل کی لو اسی غفور الرحیم سے لگی رہتی ہے ۔ اس حدیث میں انتہائی حکیمانہ انداز تربیت اختیار کیا گیا ہے ۔ اول یہ ہے کہ گفتگو خدا کی قسم کھا کر کی گئی اور دوسری بات یہ ہے کہ اپنا عملی نمونہ پیش کیا گیا ہے ۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آدم کی کل اولاد خطا کار ہے ۔ مگر ان تمام خطا کاروں میں بہترین خطا کار وہ ہیں جو توبہ کرنے والے ہیں'' خطا اور نسیان آدمی کا خمیر ہے ۔ گناہ اور غلطی آدمی سے ہوتی ہے اور ہوتی ہی رہتی ہے یہ معاملہ نہ قابل حیرت ہے اور نہ مایوسی اور تشویش کا باعث ۔ البتہ بدنصیبی اور محرومی یہ ہے کہ آدمی کو توبہ اور استغفار کی توفیق نہ ملے ۔ جذبات ٹھنڈے پڑتے ہی جب آدمی کو ہوش آئے اور غلطی کا احساس ہو تو مقام آدمیت یہ ہے کہ فوراً اعتراف کرے ' استغفار کے لئے بے چین ہو جائے اور عزم کرے کہ اب شعور و ارادہ کے ساتھ گناہ کا ارتکاب نہ کروں گا ۔ پہلی عبادت اور دعا جو انسان نے اپنے رب رحمان کے حضور پیش کی وہ استغفار ہے ۔ خطرہ وہاں سے شروع ہوتا ہے کہ آدمی دانستہ نافرمانی کرے یا بھول چوک ہو جائے اور جب اس کو احساس ہو تو دل میں نہ کچھ بے چینی محسوس کرے اور نہ اپنے کئے پر شرمندہ ہو ۔ اور بے حیائی کے ساتھ اس کی رحمتوں' نعمتوں اور بے شمار اسباب ربوبیت سے استفادہ کرتا رہے اور اسی کی زمین پر اسی کی دی ہوئی طاقتوں کو اسی کی منشا اور مرضی کے خلاف استعمال کرتا رہے ۔ توبہ سے مراد لوٹنا، واپس آنا یا پلٹنا کے ہیں توبہ کے لئے جو شرطیں ہیں ۔ پہلی شرط یہ ہے کہ بندہ اپنی غلطی کو مان لے ۔ دوسری شرط یہ ہے کہ وہ اس غلط کام سے باز آ جائے اور تیسری شرط یہ ہے کہ وہ اس بات کا پکا ارادہ کرے کہ وہ آئندہ بُرا کام نہیں کرے گا ۔ لیکن بعض لوگ توبہ کے غلط معنی لیتے ہیں اور رسمی طور پر الفاظ کی ادائیگی کو کافی سمجھتے ہیں حالانکہ یہ بات درست نہیں ہے ۔ توبہ میں تو عاجزی کرنا، اللہ تعالیٰ کے آگے گڑگڑانا اور اپنے کیے پر نادم ہونا اور آئندہ اس گناہ کے کام کے قریب بھی نہیں پھٹکنا، یہ سب شامل ہیں ۔ ایسی توبہ سے اللہ جل شانہ کو از حد خوشی ہوتی ہے جیسا کہ حدیث میں وارد ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عمدہ مثال سے یہ بات سمجھائی ۔ فرمایا کہ اگر تم میں سے کسی آدمی کا اونٹ ایک ایسے ریگستان میں گم ہو جائے جہاں نہ کہیں پانی ہو اور نہ کوئی آبادی اور اس کے کھانے پینے کے سامان بھی اسی اونٹ پر ہو اور جب وہ شخص اس اونٹ کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر مایوس ہو جائے اور زندگی سے نا اُمید ہو کر کسی چٹان کے نیچے لیٹ جائے تو عین اس حالت میں یکا یک وہ دیکھے کہ اس کا اونٹ سامنے کھڑا ہے تو اس وقت جیسی کچھ خوشی اس شخص کو ہوگی اس سے زیادہ خوشی خوشی اللہ تعالیٰ کو اپنے بھٹکے ہوئے بندے کے پلٹ آنے سے ہوتی ہے ۔

ایک اور مثال جو اس سے بھی زیادہ اثر کرنے والی ہے وہ یہ ہے کہ ایک بار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ جنگی قیدی پکڑے ہوئے آئے۔ ان میں ایک عورت بھی تھی جس کا دودھ پیتا بچہ کہیں چھوٹ گیا تھا۔ اس صدمہ سے اس مامتا کی ماری ماں کا بُرا حال تھا۔ جس بچے کو بھی پا لیتی چھاتی سے چمٹا کر دودھ پلانے لگتی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا یہ حال دیکھ کر صحابہؓ سے پوچھا کہ کیا تم لوگ یہ توقع کر سکتے ہو کہ یہ ماں اپنے بچے کو خود اپنے ہاتھوں آگ میں پھینک دے گی۔ صحابہؓ نے عرض کیا، ہرگز نہیں۔ خود پھینکا تو درکنار بچہ اگر خود آگ میں گرتا ہو تو یہ اپنی حد تک اسے بچانے میں کوئی کسر نہ اٹھائے گی۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **اَللّٰہُ اَرْحَمُ لِعِبَادِہٖ مِنْ ھٰذِہٖ**۔ اللہ کا رحم اپنے بندوں پر اس سے بہت زیادہ ہے جو یہ عورت اپنے بچے کے لئے رکھتی ہے۔

بھائیو اور دوستو، یہ اللہ تعالیٰ کی صفت رحمت ہی تو ہے جس نے انسانوں کے درمیان ایک دوسرے کے لئے محبت روا رکھی ہے۔ ماں کو اگر اپنے دودھ پیتے بچے سے محبت نہ ہو تو وہ کیوں رات رات بھر اس کی کسی تکلیف پر جاگتی رہتی ہے اور اس کی تکلیف کو دور کرنے کی کوشش میں لگی رہتی ہے۔ وہ اگر بھوک سے بیتاب ہو کر روتا ہے تو ماں اسے اپنا دودھ پلاتی ہے۔ خود نہیں کھاتی لیکن اپنے لخت جگر کو بھوکا نہیں دیکھ سکتی۔ انسان کا بچہ تمام مخلوقات میں سب سے کمزور ہوتا ہے۔ اسے پاؤں سے چلنے میں کچھ مہینے لگتے ہیں، اسے گردن ٹھیرنے میں کچھ عرصہ درکار ہے۔ بچہ جب شیر خوار ہوتا ہے تو وہ پیشاب کر کے بستر گیلا کر دیتا ہے۔ یہ اس کی ماں ہی ہوتی ہے جو اس کی تکالیف کو دور کرتی اور ضروریات کی تکمیل کرتی ہے۔ اسی طرح باپ اپنی اولاد کیلئے محنت مشقت کرتا ہے۔ وہ کسب معاش میں اپنے دن رات ایک کر دیتا ہے اور خون پسینہ ایک کر کے اپنی اولاد کو اپنے سے بہتر بنانے کی کوشش میں لگا ہو رہتا ہے اور بسا اوقات اپنی اولاد کا مستقبل تابناک بنانے کیلئے اپنی عاقبت بھی برباد کر دیتا ہے۔ یہ سب اس لئے ہوتا ہے کہ باپ کو اپنی اولاد سے محبت ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ **اَلْــوَدُوْد**، اپنے بندوں سے بہت زیادہ محبت کرنے والا ہے۔ اس نے انسانوں میں ایک دوسرے کیلئے محبت پیدا کی ہے۔ انسان تو انسان جانوروں میں بھی اس نے ایک دوسرے کیلئے محبت پیدا کی ہے۔ بھائیو اور بزرگو، یہ تو ہم کو معلوم ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ کی بخشش اور اس کی مغفرت عام ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہونا چاہیئے کہ اللہ تعالی نہ صرف اپنے گناہ گار بندوں کے گناہ معاف کرتا ہے بلکہ اس کے ساتھ ہی ساتھ وہ اس دنیا میں بھی اپنے فضل و کرم سے نوازتا ہے۔ بندہ جب اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے

باز آجاتے ہیں اوراس کی بارگاہ کی طرف پلٹ آتا ہے تو اللہ تعالیٰ معاف بھی کر دیتا ہے اور انعام، ترقی اور سرفرازی سے نوازتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

اَنِ ا سْتَغْفِرُوْا رَبَّكُم ثُمَّ تُوْ بُوْ ا اِلَيْهِ يُمَتِّعْكُمْ مَتاً عاً حَسَنًا اِلىٰ اَجَلٍ مُّسَمّىً۔(ھود: 3)

لوگو، تم اپنے رب سے معافی چاہو اور اس کی طرف پلٹ آؤ تو وہ ایک مدت تک تم کو اچھا سامان زندگی دے گا۔ ایک گناہ گار انسان کو کیا پوری قوم کو وہ گناہوں پر معاف کر دیتا ہے۔ یہ بات ہمیں اس آیت سے معلوم ہوئی۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنا ہاتھ رات کو پھیلاتا ہے تاکہ دن کا گناہگار توبہ کر لے اور اپنا ہاتھ دن کو پھیلاتا ہے تاکہ رات کا گناہگار توبہ کر لے۔ یہاں تک کہ سورج اپنے ڈوبنے کی جگہ سے نکلے۔

توبہ کا دروازہ ہر شخص کے لئے کھلا ہے اور ہر وقت کھلا ہے۔ ہر شخص کیلئے موقع ہے کہ وہ موت کی علامات ظاہر ہونے سے پہلے توبہ کر لے۔ اللہ تعالیٰ کے رحم و کرم کا سلسلہ اس وقت تک جاری رہے گا جب تک قیامت کی علامت میں سے یہ علامت سامنے نہ آجائے کہ سورج مشرق کے بجائے مغرب سے طلوع ہو۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی طرف بار بار پلٹ آنے کی توفیق دے اور ہمارے گناہوں کو معاف فرمائے۔ آمین۔